بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

الحمدللہ۔ سالِ رواں کے اولین سورج سے امید و نشاط کی کرنیں پھوٹنے لگیں۔ قبل از پارسال کی طرح امسال بھی یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کالج آیا۔ شعبۂ اردو کی ترقی کے سلسلہ میں تسلّی بخش رپورٹ کی اطلاع بھی ملی۔

پھر سے انگڑائیاں لینے لگی خوابوں کی دلہن ∴ ہو مبارک یہ نئی صبح مبارک نئی شام

ڈگری کلاس میں اردو کو اختیاری مضمون کے طور پر شروع کرنے کے آثار دکھائی دے رہے ہیں۔ چشمِ بد دور! نہ جانے ماضی کی طرح ناگہانی طور پر اور کتنے تعویقات بر سرِ پیکار رہیں گے اور کب یہ دبی ہوئی تمنا جاگ اُٹھے گی اور کب یہ امیدوں کی کرن لہرانے لگے گی۔

فاروق کالج کی پینتیس ۳۵ سالہ زندگی کا یہی وہ بدقسمت اور مجروح شعبہ ہے جسے اُبھرنے کے مواقع نہیں دئے گئے اور یہ بات کالج میگزین کا اردو اداریہ بارہ سال سے کالج کے سرپرستوں کو اردو کے شیدائیوں کو تادمِ تحریر اشارات و کنایات کے روپ میں سناتا رہا مگر یہ داستان سرائی بھی لاحاصل کے سوا کچھ نہ تھی۔

اب تو کھل کے کہو بات تو کچھ بات بنے گی ∴ یہ دور اشارات و کنایات نہیں ہے

قلم اب اگر تفصیل میں الجھ جائے تو مقررہ صفحات اس کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ اور اس کی گنجائش بھی نہیں ہے

جو بے قرار ہیں لمحات انہیں تو جانے دو ∴ قلیل وقت میں تفصیل واقعات نہ مانگ

حقیقت کو واضح کرنے کے لئے صرف اس قدر معلوم ہو جانا چاہیئے کہ کالج میں اردو کے ساتھ اور آغاز کے بعد جس قدر دیگر علوم و فنون کا آغاز ہوا تمام شعبے اپنے عروج پر پہنچ گئے۔ بس اردو ہی وہ شعبہ ہے جس کی طرف

موجوں کی لکیروں سے مفہوم سمجھ ورنہ
ساحل کی ہتھیلی پر تفصیل کہاں ہوگی

بہرکیف دربارِ ایزد متعال میں دعا ہے کہ دانشکدۂ ہذا کے ذمہ دار بزرگوں کو شعبۂ اردو کی ترقی پر مضطرب اور سیماب پا بنا دے۔ آمین یا رب العالمین

اردو شاعری میں اوزان

شاعری انسانی فطرت سے چولی دامن کا ساتھ رکھتی ہے جس طرح انسانی طبیعتیں الگ الگ ہوتی ہیں شاعری کے اصناف بھی مختلف اسی طرح ہوتے ہیں۔ اردو ایک گنگا جمنی زبان ہے جو ہندوستانی آریائی زبانوں کے خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔ مگر اس کی ساخت پرداخت میں عربی و فارسی نے دل کھول کر حصہ لیا ہے۔ اردو شاعری میں عربی و فارسی بحروں کی طرح دیگر ہندوستانی زبانوں کے چھند اور پنگل بھی اس زبان کے روزِ اول سے ہی جاری ہیں اور بعض اوزان مختلف ناموں مختلف زبانوں میں مستعمل ہیں۔ وزن کو علم عروض میں بحر کہا جاتا ہے۔ بحر متدارک موجودہ ہندی میں تربھنگ کے نام سے مشہور ہے۔ جس میں فاعلن کا وزن بار بار ہوتا ہے۔ مثلاً

کیا کروں، میں گلا، یار نے، کیا کیا ؛ دل مرا، چھین کر، مفت میں، لے لیا

بحر رمل کو ہری گیت چھند کہا جاتا ہے۔ اور یہ بحر فاعلاتن کے بار بار استعمال پر مشتمل ہے۔ بہادر شاہ ظفر کی غزل کا ایک مقطع بطور مثال پیش کیا جاتا ہے۔

ہم ظفر ہیں، اس پہ مفتوں، خوار و رسوا، زار و محزوں ؛ وہ یہ مانے، یا نہ مانے، وہ یہ جانے، یا نہ جانے

اس شعر کے ہر مصرع میں فاعلاتن کا وزن چار چار بار استعمال ہوا ہے۔

بحرِ متقارب کو بھجنگ پریات کہا جاتا ہے جس کا وزن فعولن کے بار بار استعمال پر منحصر ہے مثلاً غالب کا ایک شعر پیش خدمت ہے

بدل کر فقیروں، کا ہم بھیس غالب ؛ تماشائے اہل، کرم دیکھتے ہیں۔

سر راہ یہ واضح کر دینا بے جا نہ ہوگا شعر کی تقطیع کے دوران مرکب الفاظ کے ٹکڑے ہو جاتے ہیں، بعض حروف دب کر محذوف ہو جاتے ہیں اور بعض اعراب کی علامتیں ابھر کر اپنا مقام پیدا کر لیتی ہیں۔ مثلاً مذکورہ بالا شعر کی تقطیع یوں ہوتی ہے

بدل کر = فعولن ۔ بدل = فعو، کر = لن

فقیروں = فعولن ۔ فقی = فعو، روں = لن (واؤ دب جاتا ہے)

کا بھے = فعولن کا ہم = فعو ("کا" کا الف دب جاتا ہے)

اور لفظِ بھیس کا سین دوسرے وزن کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔

سَ غالب ۔ فعولن سَ غا = فعو، لب = لن

بحرِ سریع کو ہندی میں چوپائی کہا جاتا ہے۔ اور بہت سی بحریں ہیں جو مختلف زبانوں میں الگ

الگ ناموں سے رائج ہیں۔ عربی و فارسی کی اکثر بحریں اردو شعر و شاعری میں اس کی ابتدا سے ہی رائج ہیں اور انہیں کافی شہرت بھی حاصل ہوئی، مثلاً مغل بادشاہ جہانگیر کے دور کا مشہور گویا اور شاعر پیارے لال شوقی نے بحرِ رجز کو خوب چلایا ہے۔ اس بحر پر مرتب غزل کا مطلع یہ ہے۔

جب پیم رس، چاکھا نہیں، امرت پیا، تو کیا ہوا ؛ جب عشق میں، سر نہ دیا، جوگ جیا، تو کیا ہوا۔

اس شعر کے مصرع میں مستفعلن کا وزن چار چار بار استعمال ہوا ہے۔

شاہ جہاں بادشاہ کا درباری شاعر اور میر منشی رائے پنڈت بھان نے بحرِ ہزج اپنے کلام میں کئی بار استعمال کیا ہے۔ بحرِ ہزج کا وزن مفاعیلن کے وزن پر مشتمل ہے۔ اس شاعر کا ایک شعر بطورِ مثال پیش ہے۔

خدا نے کس، شہر اندر، ہمن کو لائے ڈالا ہے ؛ نہ دلبر ہے، نہ ساقی ہے، نہ شیشہ ہے، نہ پیالا ہے

بہرکیف اردو شاعری کے ہر دور میں فنِ عروض میں اصلاحات ہوتے رہے۔ مشہور شعراء اپنی پسند بحر کو رواج دیتے رہے۔ نئے اوزان تراشتے رہے اور ان کی ترویج کے سلسلے میں نئے نئے اصوات کو عجیب و غریب طریقوں پر مرتب کرنے لگے۔ اس سلسلہ میں امام بخش صہبائی، الطاف حسین، کاظم فریدآبادی، عظمت اللہ خاں، فیض احمد فیض، وغیرہم نے مختلف زحافات سے اس فن کی اصلاح پر کافی کام کیا ہے۔ آزاد نظم اور نظمِ معریٰ بھی اوزان سے خالی نہیں ہیں۔ آخر میں لذتِ طبع کے طور پر چند شعراء بعض اشعار کے اوزان کی طرف نشاندہی کرنا بے سود نہ ہوگا۔

میر تقی میر : - جو اس شور سے میر روتا رہے گا ۔ تو ہمسایہ کاہے کو سوتا رہے گا۔

بحرِ متقارب فعولن پر ہے ۔

مستی میں لغزش ہو گئی معذور رکھا چاہیئے ۔ اے اہلِ مسجد اس طرف آیا ہوں میں بہکا ہوا

یہ غزل رجز مثمن بروزن مستفعلن مرتب ہے۔

اسد اللہ خاں غالب : - ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے ؛ بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے۔

یہ شعر بحرِ ہزج (مفاعیلن) پر واقع ہے۔

مومن : - دلِ زارِ فکرِ جور میں یوں رنج اٹھانا کب تلک ؛ میں بھی ذرا آرام لوں تم بھی ذرا آرام لو

یہ غزل مستفعلن کے وزن پر بحرِ رجز میں لکھی گئی۔

آتش : - حباب آسا میں دم بھرتا ہوں تیری آشنائی کا ؛ نہایت غم ہے اس قطرے کو دریا کی جدائی کا۔

یہ غزل بحرِ ہزج مثمن (مفاعیلن) پر مرتب ہے۔

علامہ اقبال : - کبھی اے حقیقتِ منتظر نظر آ لباسِ مجاز میں

کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبینِ نیاز میں

یہ نظم بحرِ کامل مثمن (متفاعلن) پر نظمائی گئی ہے۔

تلاش

مولانا راہی فدائی

عیش و عشرت کو سیم تن کی تلاش
ننگے جسموں کو ہے کفن کی تلاش

دشتِ غربت ہیں غم کے صحرا ہیں
کون کرتا ہے گلبدن کی تلاش

زندگی ! اجنبی گلی ہیں تیری
ہے مجھے لمحۂ کہن کی تلاش

جبر و سطوت کی سرخ آنکھوں کو
زرد چہروں پہ بانکپن کی تلاش

شہرت و نام کے سرایوں میں
ہے عبث درِ فکر و فن کی تلاش

صبح کی تیز روشنی میں بھی
چشم شبیر کو ہے کرن کی تلاش

سرکشی سمجھو خودکشی سمجھو
اب ہے راہیؔ کو راہزن کی تلاش

بہ شکریہ صفیر